اسلامی علوم میں تحقیق کا نظریہ

ڈاکٹر محمد فیروز الدین شاہ

صدر شعبہ اسلامی و عربی علوم، جامعہ سرگودھا

اسلامی علوم میں تحقیق کا نظریہ:

انسانی سرشت کا ناگذیر تقاضا ہے کہ وہ تجسس اور تلاش کو اپنا شعار بنائے اور نامعلوم سے معلوم کا سفر کرے، اس کی فطرت میں قادر مطلق نے اشیاء کے خواص اور حقائق تک رسائی کا خالص جذبہ ودیعت کیا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاۗءَ كُلَّهَا﴾[1] یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو تمام اشیاء کے نام بمعہ ان کے خواص کے تعلیم فرمائے، اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین بیان کرتے ہیں: "حق تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو ہر چیز کے نام مع اس کی حقیقت اور خاصیت کے اور نفع و نقصان کے تعلیم فرمایا، اور یہ علم ان کے دل میں بلا واسطہ کلام القاء فرمایا، کیونکہ بدون اس کمال علمی کے خلافت اور دنیا پر حکومت کیونکر ممکن ہے"۔[2] اخبار اور واقعات کی صحت اور عدم صحت جانچنے کے لئے اصل الاصول بھی خود اللہ سبحانہ و تعالی نے مقرر فرمادیا ہے، سورۃ الحجرات میں ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾

"اے ایمان والو! جب تمہارے پاس کوئی فاسق بد کردار اور غیر ذمہ دار شخص کسی واقعے کی خبر لے کر آئے، تو اس کی خوب چھان بین کر لیا کرو"

---

[1] سورة البقرة 2: 3

[2] کاندھلوی، محمد علی صدیقی. معالم القرآن (سیالکوٹ: ادارہ تعلیمات قرآن، س ن) 192/1۔

امام جصاصؒ نے لکھا ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ کسی فاسق کی خبر کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک دوسرے ذرائع سے تحقیق کر کے اس کا صدق ثابت نہ ہو جائے۔ کیونکہ اس آیت میں ایک مشہور قراءت فثبتوا کی ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ اس پر عمل کرنے اور اقدام میں جلدی نہ کرو، بلکہ ثابت قدم رہو جب تک دوسرے ذرائع سے اس کا صدق ثابت نہ ہو جائے۔[3]

مسنون دعاؤں میں بھی اس پہلو پر کیا کچھ زور دیا گیا جس کی بنا پر تحقیق کی اصطلاح کو (Search) اور (Research) پر یک گونہ ترجیح ہے کیونکہ اس میں طلب حق اور صرف تلاش چنانچہ دعاؤں میں آتا ہے۔

- اے اللہ! ہمیں اشیاء کی حقیقت دکھا جیسی کہ وہ ہیں۔
- اے اللہ! تو ہمیں حق کو حق دکھا اور اس کی پیروی کی توفیق دے۔
- اے اللہ! تو ہمیں باطل کو باطل دکھا اور بچنے کی توفیق دے۔

اسی طرح صحیح، حسن، مقبول،۔۔۔وغیرہ کتنی اقسام کی حدیث ہیں جن کی تقسیم اپنی جگہ شاہد کہ علمائے اسلام کی نظر کس قدر گہری تھی اور انکا معیار تحقیق کس دقدر بلند تھا۔ فن رویت کے بعد دریت کا نمبر آتا ہے یعنی ایک حدیث کے تمام راوی (شروع سے آخر تک) ثقہ اور مستند تو ضرور ہیں لیکن ممکن کہ عقلا اس روایت میں کوئی خامی موجود ہو چنانچہ ایسی روایت بھی غیر معتبر قرار دی جائے گی محدثین نے روایت یعنی عقلی حیثیت سے روایتوں کو پرکھے یہ اصول قائم ہیں۔

- کیا واقعہ مذکورہ اصول عادت کی رو سے ممکن ہے یا نہیں؟
- کیا اس زمانے میں لوگوں کا عام میلان واقع کے مخالف تھا یا موافق؟
- کیا واقعہ کسی حد تک غیر معمولی ہے تو اسی نسبت سے ثبوت کی شہادت زیادہ قوی ہے یا نہیں؟

---

[3] تفصیل کے لئے دیکھئے: مفتی محمد شفیع، معارف القرآن (کراچی: ادارۃ المعارف،) ۸/۱۰۵

اس امر کی تفتیش ضروری ہے کہ واقعہ کے متعلق راوی کے قیاس اور رائے کو کہاں تک دخل حاصل ہے۔ راوی نے واقعے کو جس صورت میں ظاہر کیا ہے وہ واقعے کی پوری تصویر ہے یا اس امر کا استعمال ہے کہ راوی اس واقعے کے ہر پہلو پر نظر نہیں ڈال سکا اور اس کی تمام خصوصیات کا جائزہ نہیں لے سکا۔ امام وکیع کا مشہور واقعہ ہے کہ وہ اپنے والد سے جب روایت کرتے تو ان کی تائید میں کسی دوسرے راوی کو ضرور ملا لیتے۔ کہتے ہیں کہ حدیث جمع کرنے کے سلسلے میں ایک محدث لوگوں کی پرزور سفارش کے بعد ایک شخص کے پاس پہنچا جس کے پاس لوگوں کے قول کے مطابق بہت سی صحیح حدیثیں محفوظ تھیں۔ یہ محدث جب ان کے پاس گیا تو یہ شخص اپنے خالی دامن کو سمیٹے اپنے گھوڑے کو بلا رہا تھا محقق نے اس سے پوچھا آپ کیا کر رہے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ میں اپنے گھوڑے کو بلا رہا ہوں، شاید میرے خالی دامن میں دانہ سمجھ کر وہ دھوکا کھا جائے اور میرے پاس آجائے وہ محقق وہیں سے یہ کہہ کر واپس ہو گیا کہ جو شخص جانور کے ساتھ دھوکا کر رہا ہے اس نے احادیث میں ضرور فریب کیا ہو گا ایسے آدمی کی روایتیں راست نہیں ہو سکتیں۔[4]

قرآن کریم میں کسی خبر کے بارے میں علم ہو جانے کے بعد اس کو بغیر تفتیش و تحقیق آگے بیان کرنا بھی ممنوع قرار دیا ہے کیونکہ اس طرح متعدد خرابیاں اور نقصانات جنم لے سکتے ہیں، اور سماج میں اندیشے اور تشویش پیدا ہوتی ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے اس ضمن میں کسی واقعی کی تشہیر واشاعت کا ایک واضح اصول متعین فرمادیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِۦ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾[5]

[4] ڈاکٹر نجم الاسلام،

[5] سورة النساء 6:4

اور جب ان کو پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی یا ڈر کی تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اس کو پہنچادیتے رسول تک اور اپنے حاکموں تک تو تحقیق کرتے اس کی جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں اس کی۔ اور اگر نہ ہوتا فضل، اللہ کا تم پر اور اس کی مہربانی تو البتہ تم پیچھے ہو لیتے شیطان کے مگر تھوڑے۔

امام بغوی (م 516ھ) نے اس آیت کے قیاس کے جواز پر استدلال کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

وفي الآية دليل على جواز القياس ، فإن من العلم ما يدرك بالتلاوة والرواية وهو النص ، ومنه ما يدرك بالاستنباط وهو القياس على المعاني المودعة في النصوص-[6]

اس ضمن میں علامہ آلوسی بغدادی نے لکھاہے :

"وفيه إنكار على من تحدث بالشيء قبل تحقيقه"[7]

یعنی اس آیت میں کسی خبر واطلاع کے قبول کرنے سے تحقیق اور چھان بین سے پہلے قبول کرنے سے انکار ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خبر کی تحقیق، خاص لوگوں کا کام ہے نہ یہ ہر شخص کا کام ہے۔ نہ ہی اس کی ذمہ داری۔ اس ضمن میں مولانا بدر عالم لکھتے ہیں:

"ہر خبر کی تفتیش کا ہر انسان سلیقہ نہیں رکھتا۔ بعض خبریں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی تفتیش خاص افراد ہی کر سکتے ہیں۔ گویا یہ تفتیش کے محکمہ جات کی طرف اشارہ ہے۔ غرض ہر خبر کی تحقیق کے لئے اہلیت درکار ہے"۔[8]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

---

[6] البغوى، ابو محمد حسين بن مسعود، معالم التنزيل (الرياض: دارطيبة النشروالتوزيع، 1989ء)- ج 2 ص 255۔

[7] آلوسی، محمود. روح المعانی(ملتان: مکتبه امدادیه، س ن) ج5، ص49۔

[8] بدر عالم، مولانا. ترجمان السنۃ (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، س ن) ج1، ص196۔

﴿وَلاَ تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولاً﴾ [9]

اور نہ پیچھے پڑ جس بات کی خبر تجھ کو نہیں۔ بے شک کان، آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ ہو گی۔

علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

"والمراد من النهي عن ان يقول الرجل ما لا يعلم وان لا يعمل بما لا يعلم" [10]

کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کوئی ایسی بات نہ کرے جس کا اس کو علم نہ ہو۔ اور نہ وہ عمل کرے جس کا اس کو علم نہ ہو۔

تفسیر روح المعانی میں اس آیت کی تفسیر یوں کی گئی ہے:

"أي لا تتبع ما لا علم لك به من قول أو فعل وحاصله يرجع إلى النهي عن الحكم بما لا يكون معلوما" [11]

کسی ایسے قول اور فعل کی پیروی نہ کر جس کا تجھے علم نہ ہو اور اس کا حاصل یہ ہے کہ جو چیز معلوم نہ ہو اس پر کسی قسم کا حکم نہ لگاؤ۔

گویا ایک غیر معتبر آدمی کوئی خبر بیان کرے تو اس پر یقین کرنے سے پہلے تحمل مزاجی کے ساتھ اس کی تفتیش کر لینی چاہیے، تا کہ اس کی درستگی اور صداقت کا پختہ یقین ہو جائے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حقیقت کو پانے کے لیے جستجو کرنا اور تحقیق کرنا ضروری ہے۔

---

[9] سورة الإسراء 17: 36

[10] الزمخشری، جار الله محمود بن عمر. الكشاف عن حقائق التنزيل و عيون الاقاويل فى وجوده التاويل، ج 3، ص 666۔

[11] الآلوسی، روح المعانی، ج15، ص73۔